OPEN ACCESS: Al-Aijaz Research Journal of Islamic Studies & Humanities
ISSN (ONLINE): 2707-1219 & ISSN (PRINT): 2707-1200
http://www.arjish.com

عورت کی تعلیم وتربیت: اسلامی نقطۂ نظر اور عالمی تصورات

Women's Education and Training: The Islamic Perspective and Global Concepts

Dr. Shazia Rashid Abbasi
Lecturer, Department of Islamiat, Federal Urdu University of Arts, Science & Technology, Islamabad.
Email: drshaziarasheedabbasi@gmail.com

Ameer Hamza Sarfraz
M.Phil. Research Scholar, Al-Hamd Islamic University, Islamabad.

Shafi Muhammad
Ph.D. Research Scholar, Al-Hamd Islamic University, Islamabad.
Email: drqadri511@gmail.com

Received on: 03-01-2025 Accepted on: 04-02-2025

Abstract

Education and upbringing are the foundation and most vital means for the progress of any society. When it comes to women's education and training, its impact extends far beyond the reformation of the individual—it influences the entire family unit, social structure, and the behavioral patterns of future generations. A woman is the pillar of society, who nurtures generations through love, guidance, understanding, and sacrifice. Therefore, women's education and upbringing are not merely personal advancements but rather processes that serve collective welfare. Various civilizations, religions, and social systems have approached women's education and upbringing from different perspectives. In some societies, women have been confined solely to domestic roles, while in others, under the banner of freedom and equality, they have been deprived of their natural identity and feminine dignity. The Islamic perspective offers a balanced, moderate, and natural path between these two extremes. Islam makes education obligatory for both men and women and grants women the same educational rights as men. Furthermore, Islam does not limit women's education to intellectual or scientific knowledge alone but connects it with moral, spiritual, social, and practical responsibilities. Islamic teachings associate a woman's education with character-building, modesty, understanding of religion, noble conduct, and societal duties. An educated woman is not merely a successful individual, but also a conscious mother, a responsible mentor, and a protector of moral values. She lays the foundation for a society built upon peace, love, sacrifice, and justice. On the other hand, modern global concepts often define women's education in terms of economic independence, gender equality, and personal freedom. While these goals may have significance in certain contexts, when education is stripped of the element of moral and spiritual training, the result is a woman who may be intellectually capable but spiritually vacant—unable to truly understand herself or guide future generations. In the Western model, women may appear to

enjoy full rights, yet their lives are increasingly devoid of balance, peace, and inner contentment. When education is detached from femininity and reduced to merely a tool for economic or scientific progress, it loses its true essence. This article has been structured on the premise of evaluating women's education and upbringing through the lens of both Islamic and global ideologies. It aims to explore which system empowers women intellectually, morally, and practically while honoring their natural roles. The goal is not merely a comparative analysis, but to highlight a thoughtful awareness—one that places a woman's educational and nurturing role at the heart of building a dignified, cultured, and balanced society.

Keywords: Women's Education, Women's Upbringing, Islamic Perspective, Global Ideologies, Moral and spiritual training, Intellectual Empowerment, Character-Building, Gender Equality, Economic Independence.

تعلیم و تربیت کسی بھی معاشرے کی بنیاد اور ترقی کا سب سے اہم ذریعہ ہے، اور جب بات عورت کی تعلیم و تربیت کی ہو تو یہ صرف فرد کی اصلاح تک محدود نہیں رہتی بلکہ پورے خاندان، معاشرتی ڈھانچے اور آئندہ نسلوں کے رویوں کو بھی متاثر کرتی ہے۔ عورت معاشرے کا وہ ستون ہے جو محبت، تربیت، فہم اور قربانی سے نسلوں کی تعمیر کرتی ہے۔ اسی لیے عورت کی تعلیم و تربیت محض اس کی ذاتی ترقی نہیں بلکہ ایک اجتماعی فلاح کا عمل ہے۔ مختلف تہذیبوں، مذاہب اور معاشرتی نظاموں نے عورت کی تعلیم و تربیت کو اپنے اپنے زاویہ نظر سے دیکھا ہے۔ بعض معاشروں میں اسے محض گھریلو کردار تک محدود کر دیا گیا، تو بعض نے اسے آزادی اور مساوات کے نام پر اس کی فطری شناخت اور نسوانی وقار سے محروم کر دیا۔ اسلامی نقطۂ نظر ان دونوں انتہاؤں کے درمیان ایک متوازن، معتدل اور فطری راہ فراہم کرتا ہے۔ اسلام نے تعلیم کو مرد وزن دونوں کے لیے لازم قرار دیا اور عورت کو وہی تعلیمی حقوق دیے جو مرد کو حاصل ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ اسلام نے عورت کی تربیت کو محض عقلی و سائنسی علم تک محدود نہیں رکھا بلکہ اسے اخلاقی، روحانی، معاشرتی اور عملی کردار سے بھی جوڑا۔ اسلامی تعلیمات عورت کی تعلیم کو کردار سازی، حیا، فہم دین، حسن اخلاق اور معاشرتی ذمہ داریوں سے مربوط کرتی ہیں۔ ایک تعلیم یافتہ عورت صرف ایک کامیاب فرد نہیں بلکہ ایک باشعور ماں، مربیہ اور اخلاقی اقدار کی محافظ بھی ہوتی ہے۔ وہ نسلوں کی بنیاد بن کر ایک ایسی سماج تشکیل دیتی ہے جو امن، محبت، ایثار اور عدل سے مزین ہو۔ دوسری طرف، جدید عالمی تصورات میں عورت کی تعلیم کو اکثر معاشی خود مختاری، صنفی مساوات اور ذاتی آزادی کے تناظر میں دیکھا جاتا ہے۔ اگرچہ یہ مقاصد اپنی جگہ اہم ہو سکتے ہیں، لیکن جب تعلیم سے تربیت کا پہلو نکال دیا جاتا ہے تو نتیجتاً عورت ایک ذہین، مگر روح سے خالی وجود بن جاتی ہے جو نہ خود کو سمجھ پاتی ہے نہ اپنی نسلوں کو سنوار پاتی ہے۔ مغربی ماڈل میں عورت کو بظاہر تمام حقوق حاصل ہیں، مگر اس کی زندگی میں توازن، قرار اور سکون ناپید ہوتا جا رہا ہے۔ تعلیم کو جب نسوانیت سے الگ کر کے صرف معاشی یا سائنسی ترقی کا ذریعہ بنایا جاتا ہے تو وہ اپنی اصل افادیت کھو بیٹھتی ہے۔ یہ مضمون اسی بنیاد پر ترتیب دیا گیا ہے کہ عورت کی تعلیم و تربیت کو اسلامی اور عالمی نظریات کے تناظر میں جانچا جا سکے، اور اس سوال کا جواب تلاش کیا جا سکے کہ کون سا نظام عورت کو اس کے فطری دائرے میں رہتے ہوئے علمی، اخلاقی اور عملی طور پر بااختیار بناتا ہے۔ مقصد صرف موازنہ نہیں بلکہ اس فکری شعور کو اجاگر کرنا ہے جو ایک باوقار،

مہذب اور متوازن معاشرے کی تشکیل میں عورت کے تعلیمی و تربیتی کردار کو مرکزی مقام دیتا ہے۔

اسلامی نقطۂ نظر اور عالمی تصورات کی روشنی میں عورت کی تعلیم و تربیت

بعثت نبوی سے پہلے مختلف معاشروں میں عورت کی کوئی حیثیت نہیں تھی۔اس کو حقارت کی نظر سے دیکھا جاتا تھا۔اس سے اس کا مقام چھین لیا گیا تھا۔اس سے تمام حقوق چھین لیے گئے یہاں تک کہ عرب معاشرے میں بعض دفعہ اس سے زندگی کا حق بھی چھین لیا جاتا۔خواتین کی تعلیم کی طرف بالکل بھی توجہ نہیں دی جاتی تھی۔بعض معاشروں میں خواتین کو لونڈی سمجھا جاتا تھا اور ان کو وراثت میں تقسیم کر دیا جاتا تھا۔خواتین پر ظلم و ستم کی ایسی ایسی داستانیں رقم ہوتی تھی،جن کو ذہن میں لانے سے خوف و لرزہ طاری ہو جاتا ہے۔اس کے مقابلے میں مرد کو تمام حقوق دیے جاتے اور اس کو تعلیم و تربیت سے بھی آراستہ کیا جاتا رہا۔ذیل میں قبل از اسلام چند معاشروں میں خواتین کے مقام و مرتبہ کو بیان کیا جارہا ہے۔

یہودیت میں عورت کی تعلیم وتربیت

یہودیت کے ماننے والے کو یہودی کہا جاتا ہے۔اور یہودی اسم منسوب کا صیغہ ہے جو کہ یہود کی طرف منسوب ہے اور یہود حضرت یعقوب علیہ السلام کے بڑے بیٹے تھے۔اس کے متعلق پروفیسر ڈاکٹر ضیاء الدین صاحب لکھتے ہیں کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کا لقب اسرائیل تھا اور یہ عبرانی لفظ ہے۔اسرا کے معنی بندہ اور ئیل کے معنی اللہ کے ہیں۔تو اسرائیل کے معنی اللہ کے بندہ کے ہیں۔حضرت یعقوب علیہ السلام کے لقب کی وجہ سے ان کی اولاد بنی اسرائیل کہلائی۔تحقیق سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے بارہ بیٹے تھے،جن میں بڑے کا نام یہودا اور ان میں سب سے چھوٹے بیٹے کا نام بنیامین تھا اور بنی اسرائیل حضرت یعقوب علیہ السلام کے بڑے بیٹے کی طرف منسوب کر کے یہودی بھی کہلاتے ہیں۔اور یوں یہودی قبیلہ اور پھر قوم مشہور ہوئی۔[1] اسرائیل اصل میں کیا تھا اور اس کا معنی کیا ہے اور یہ بھی بتایا گیا ہے کہ لفظ یہودی کس کی طرف منسوب ہے؟یہودی معاشرے میں عورت کی کوئی حیثیت نہیں تھی۔ان کو مرد کی لونڈیاں سمجھا جاتا تھا۔اس بارے ایم شاہد لکھتے ہیں کہ یہودی جو اپنی تاریخ میں اخلاقی انحطاط کا شکار تھے اور یہ لوگ طمع و لالچ میں گھرے ہوئے تھے۔یہ لوگ عورتوں کے حقوق کیسے پورے کرتے۔اس لیے کہ ان کو اس میں کسی مالی منفعت کی بجائے مال و دولت خرچ کرنا پڑتا تھا۔یہودیوں کا کہنا ہے کہ عورت مرد کی کنیز اور لونڈی ہے۔جیسا کہ بائبل میں بیوی کو بعولہ یعنی منقولہ جائیداد اور شوہر کو بُعل یعنی مالک کہا گیا ہے۔[2]

یہودی معاشرے میں خواتین کو بس اتنی حیثیت حاصل تھی جتنی ایک لونڈی کی ہوتی ہے۔لونڈی کسی چیز کی مالک نہیں ہوتی،اسی یہودی معاشرے میں کوئی بھی عورت کسی چیز کی مالک نہیں تھی۔جس طرح لونڈی کا میراث میں کوئی حصہ نہیں ہوتا اسی طرح یہودی معاشرے میں خواتین کا کوئی حصہ نہیں تھا۔اس میں بائبل کا ذکر کیا گیا ہے،بائبل عیسائیوں کی مقدس کتاب ہے۔اس معاشرے میں مرد کا پاک دامن اور نیک سیرت تصور کیا جاتا تھا جبکہ عورت کے متعلق ان کا یہ خیال تھا کہ یہ نیک کام نہیں کر سکتی۔اس بارے ڈاکٹر حافظ محمد ثانی صاحب لکھتے ہیں کہ یہودی مذہب میں عورت کو گناہ اور غلطیوں کا سرچشمہ قرار دیا جاتا ہے۔اس لیے ان کی تاریخ میں لغزش آدم اور خمار گندم کا سارا خمیازہ

عورت ہی کو بھگتنا پڑا تھا۔ یہودیوں کے مستند انسائیکلوپیڈیا آف جیوئش میں ہے کہ مصیبت اول بیوی ہی کی تحریک پر سرزد ہوئی تھی لہذا اس کو شوہر کا محکوم رکھا گیا ہے اور شوہر اس کا حاکم اور مالک ہوتا ہے اور وہ اس کی مملوکہ ہے۔[3] یہودی معاشرے میں عورت کو غلطیوں کا سرچشمہ سمجھا جاتا تھا۔ غلطیوں کے سرچشمے سے مراد یہ ہے کہ اس سے صرف اور صرف غلطیاں ہی سرزد ہو سکتی ہیں یہ نیکی اور اچھائی کا کام نہیں کر سکتی۔ غلطیوں کا سرچشمہ ہونے کی وجہ سے یہ ہمیشہ محکوم اور مرد ہمیشہ حاکم رہے گا۔ اس معاشرے میں مرد عورت میں ہر طرح کا تصرف کر سکتا تھا جبکہ عورت کو کوئی اختیار بھی حاصل نہیں تھا۔ سید جلال الدین انصر عمری لکھتے ہیں کہ یہودیت میں یہ سمجھا گیا ہے کہ مرد شریف الطبع اور صالح ہے لیکن عورت چالاک ہے۔ مرد کو حاکمیت اور اقتدار حاصل ہونے کی وجہ یہودیت میں یہ بیان کی جاتی ہے کہ حضرت حوا علیہا السلام سے جو گناہ سرزد ہوا تھا اس کی پاداش میں عورت کو حمل اور ولادت کے تکلیف دہ مراحل سے گذرنا پڑتا ہے۔ اسی وجہ سے وہ کمزور اور ناتواں گردانی گئی ہے۔ اور کئی معاملات میں عورت کی حیثیت اور وجود کو غیر ضروری اور نااہل قرار دیا گیا ہے۔ اس لیے یہودی شریعت میں عورت پر مرد کا تصرف اس قدر بڑھ گیا تھا کہ اگر عورت منت بھی مان لے اور اپنے اوپر کوئی چیز فرض کر لے تو اس کا باپ اگر اسے منع کر دے تو اس کا فرض بھی اس سے ساقط ہو جائے گا اور اللہ تعالی کے ہاں وہ عورت معذور ٹھہرے گی۔ اس لیے کہ اس کے باپ نے اسے وہ فرض ادا کرنے کی اجازت نہیں دی اسی طرح ایسا حق شوہر کو بھی حاصل رہے گا اور وہ دوسری شادی کے حق سے بھی محروم رکھی گئی تھی۔[4]

عورت کی لگام اس کے باپ اور اس کے شوہر کے ہاتھ میں ہے۔ اس کا باپ اور شوہر اس کو جس کام کی اجازت دیں، یہ صرف وہی کام کر سکتی ہے اس کے علاوہ کوئی کام نہیں کر سکتی حتی کہ اللہ تعالی کی عبادت بھی نہیں کر سکتی اور دوسری بات یہ بتائی گئی ہے کہ عورت زندگی میں صرف اور صرف ایک شادی کر سکتی ہے۔ اگر کسی عورت کا خاوند فوت ہو گیا تو وہ دوسری شادی نہیں کر سکتی۔ یہودیوں کا یہ تصور تھا کہ اللہ تعالی کی بارگاہ میں بھی عورت کی کوئی عزت نہیں ہے۔ ڈاکٹر گستاؤلی بان لکھتے ہیں کہ اللہ تعالی کو جو محبوب ہے وہ اپنے آپ کو عورت سے بچائے گا۔ ہزار آدمیوں میں کوئی ایک اللہ تعالی کو محبوب ہے۔ لیکن پورے عالم کی عورتوں میں سے کوئی ایک عورت بھی ایسی نہیں ہے جو اللہ تعالی کی محبوب ہو۔[5] یہودیوں کے نزدیک اللہ تعالی کا محبوب صرف اور صرف مرد ہو سکتا ہے، عورت اللہ تعالی کی بارگاہ میں معزز نہیں ہو سکتی۔ اگر یہ کہا جائے کہ دور حاضر میں یہودی خواتین مرد کے شانہ بشانہ چل رہی ہیں تو اس بات کا جواب دیتے ہوئے پروفیسر ڈاکٹر ضیاء الدین صاحب لکھتے ہیں کہ دور حاضر میں عورت یہودی معاشرے میں مرد کے شانہ بشانہ متحرک نظر آتی ہے، تو اس کی وجہ یہودی مرد کی ذہنی و اعتقادی نظریات میں تبدیلی نہیں ہے بلکہ یہودی عورت کی اپنی جدوجہد ہے۔[6]

ان حقائق سے پتا چل رہا ہے کہ اگر دنیا میں کوئی سب سے بری چیز ہے تو وہ عورت کی ذات ہے۔ اس کو کسی جگہ کوئی بھی مقام حاصل نہیں ہے اور نہ ہی اس کو کوئی مقام دیا جا سکتا ہے۔ جس معاشرے میں عورت کا یہ مقام ہو اس معاشرے میں عورت کو تعلیم کیسے دی جا سکتی تھی۔ کیونکہ تعلیم تو ایسی چیز ہے جس کو ہر معاشرہ میں عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔

ہندومت میں عورت کی تعلیم و تربیت

ہندومت یعنی ہندو ایک مستقل قوم ہے۔ان کی بہت پرانی تاریخ ہے۔دنیا میں اس مذہب کا وجود کب سے ہے اور ہندوستان میں یہ لوگ کب آئے؟اس بارے مؤرخین کا اختلاف ہے۔پروفیسر ڈاکٹر ضیاءالدین صاحب لکھتے ہیں کہ ہندومنت،ہندو قوم و مذہب کی کوئی تاریخ مستند نہیں ہے۔ان کے اصلی وطن کے بارے بھی اختلافات موجود ہیں۔ہندومت کا تعلق آریوں سے قائم ہوتا ہے۔یہ لوگ دو ہزار سال قبل مسیح برصغیر پاک و ہند میں داخل ہوئے تھے۔بعض نے تین ہزار سال یا اس سے بھی زائد قبل مسیح بتایا ہے۔ہندوستان میں آج بھی ہندوؤں کی اکثریت ہے۔[7]

اس عبارت میں تین باتیں ذکر کی گئی ہیں۔پہلی بات یہ ذکر کی گئی ہے کہ ہندومت کا آریہ قوم سے تعلق رکھتے ہیں۔دوسری بات یہ ذکر کی گئی ہے کہ یہ لوگ دو ہزار یا تین ہزار قبل مسیح برصغیر پاک و ہند میں داخل ہوئے تھے۔تیسری بات یہ بیان کی گئی ہے کہ دور حاضر میں ہندستان میں ہندوؤں کی کثرت ہے۔اس معاشرے میں خواتین کو کوئی مقام نہیں دیا جاتا تھا۔اگر کسی عورت کا خاوند فوت ہو جاتا تو اس کے ساتھ اس عورت کو بھی مرنا مرنا پڑتا اگر وہ اپنے خاوند کے ساتھ نہ مرتی تو پھر اس کی زندگی مختلف مصیبتوں میں گھر جاتی تھی۔ابن بطوطہ اپنے سفر نامہ میں لکھتے ہیں کہ ستی ہونا ہندؤں میں واجب نہیں لیکن جو بیوہ اپنے خاوند کے ساتھ جل جاتی اس کا خاندان معزز کہا جاتا اور وہ اہل وفا میں شمار ہوتی تھی اور جو ستی نہیں ہوتی تھی اسے موٹے کپڑے پہننے پڑتے تھے اور طرح طرح کی خواری و ذلت میں زندگی بسر کرنی پڑتی تھی۔[8]

اس پسِ منظر سے ظاہر ہو رہا ہے کہ اس معاشرہ میں بیوہ عورت یا تو اپنے خاوند کے ساتھ ہی زندہ جل جاتی یا پھر اپنے خاوند کی موت کے بعد ذلت والی زندگی بسر کرتی۔اس معاشرہ میں خواتین پر مذہبی تعلیم کے حصول کی پابندی تھی۔کوئی بھی عورت مذہبی تعلیم حاصل نہیں کر سکتی تھی۔ڈاکٹر حافظ محمد ثانی صاحب اس کے متعلق لکھتے ہیں کہ ہندوستانی قانون اور مذہبی کتب میں مرد (شوہر) ہر طرح سے مضبوط و باوقار حیثیت کا حامل قرار دیا گیا ہے۔عورت کے لیے مذہبی تعلیمات کی ممانعت تھی مرد و عورت کے لیے نجات کے راستے بھی الگ الگ تھے۔مرد اپنے زور بازو سے نجات کا راستہ پکڑ سکتا ہے مگر عورت کے لیے نجات کا واحد راستہ شوہر کی خوشنودی ہے۔وہ ہرگز اس قابل نہیں کہ وہ براہ راست نجات حاصل کر سکے۔[9] یہ پسِ منظر واضح کر رہا ہے کہ ہندو معاشرہ میں خواتین کے تعلیم کے حصول کی پابندی تھی۔اس کی وجہ یہی ہو سکتی تھی کہ عورت اس قابل نہیں ہے کہ وہ تعلیم حاصل کر سکے کیونکہ عورت تو ایک ذلت کا نام ہے اور تعلیم ایک عزت والی چیز کا نام ہے اور ذلیل چیز عزت والی چیز حاصل نہیں کر سکتی۔

عرب معاشرہ میں عورت کی تعلیم و تربیت

بعثت نبوی سے قبل پوری دنیا میں عموماً عرب معاشرہ میں خصوصاً بہت ساری برائیوں کا دور دورہ تھا۔برائی کر کے لوگ اس پر فخر کیا کرتے تھے۔ان بہت ساری برائیوں میں سے ایک برائی یہ تھی کہ وہ لوگ خواتین اور لڑکیوں کو کوئی مقام نہیں دیتے تھے۔لڑکیوں کی پرورش اور تعلیم کوئی نظام مقرر نہیں تھا۔تعلیم دینا تو دور کی بات تھی،عرب معاشرہ میں لڑکیوں سے حق زندگی ہی چھین لیا جاتا تھا۔اس معاشرہ میں اس

رسم کی ابتداء کب ہوئی اور کس نے کی؟اس کے متعلق ڈاکٹر حافظ محمد ثانی صاحب لکھتے ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں دختر کشی کی رسم عام تھی اور تاریخی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی ابتداء قبیلہ ابنواسد کے امراء سے شروع ہوئی تھی اور اس کی نقل میں بنو ربیعہ، بنو کفیلہ اور بنو تمیم کے بڑے لوگوں نے بھی اسے اختیار کر لیا۔اور اس کی تقلید بعد میں نچلے طبقات کے خاندانوں میں بھی فروغ پا گئی۔سب سے پہلا شخص جس نے اپنی بیٹی کو زندہ در گور کیا تھا وہ قیس بن عاصم تھا۔[10] اس تحقیق سے معلوم ہوتا ہے کہ عرب معاشرہ میں جہاں بہت ساری برائیاں پائی جاتی تھیں، وہاں ایک بہت بڑی برائی یہ بھی تھی کہ وہ لوگ لڑکیوں کے دشمن تھے۔ان کو زندہ دفن کر دیتے تھے۔اگر کوئی لڑکی زندہ بچ بھی جاتی تو اس کی پرورش کا اہتمام نہیں کرتے تھے۔اس کو تعلیم نہیں دلواتے تھے۔

اسلام میں عورت کی تعلیم و تربیت

اسلام نے ان تمام برائیوں کا خاتمہ کر دیا، جن کی وجہ انسانیت دن بدن تنزلی کا شکار ہو رہی تھی۔ان تمام برائیوں کے خاتمے کے لیے تعلیم ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتی تھی، اس لیے اسلام نے ابتداء میں ہی مرد و خواتین کو حصول علم پر ابھارا۔دنیا کے تمام مذاہب و ادیان میں سے سب سے زیادہ اسلام نے حصول علم پر زور دیا۔اس کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ پر سب سے پہلی نازل ہونے والی وحی میں مرد و خواتین کے لیے حصول تعلیم پر زور دیا گیا۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ -خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ-اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ-الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ-عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ -[11]

شروع کرو اپنے پروردگار کے ذکر سے، جس نے تخلیق کی بنیاد رکھی۔انسان کو ایک جمے ہوئے مادے سے وجود دیا۔علم حاصل کرو، بے شک تمہارا پروردگار سخاوت میں سب سے بلند ہے۔وہ جس نے تحریر کا طریقہ سکھایا۔انسان کو وہ شعور بخشا جس سے وہ نا آشنا تھا۔

اس آیت کریمہ میں دو چیزوں کا ذکر کیا گیا ہے۔انسانی پیدائش اور تعلیم۔انسانی پیدائش میں مرد و خواتین دونوں شریک ہیں لہذا پڑھائی اور تعلیم میں بھی یہ دونوں شریک ہوں گے۔تمام مفسرین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ سب سے پہلے سورہ علق کی یہی پانچ آیات کا نزول ہوا تھا۔

اس کے علاوہ قرآن کریم کی دوسری آیات کریمہ میں بھی خواتین کو حصول تعلیم پر ابھارا گیا ہے۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

وَاذْكُرْنَ مَا یُتْلَىٰ فِي بُیُوتِكُنَّ مِنْ آیَاتِ اللَّهِ وَالْحِكْمَةِ ۚ إِنَّ اللَّهَ كَانَ لَطِیفًا خَبِیرًا۔[12]

اور یاد کرو جو تمہارے گھروں میں اللہ تعالیٰ کی آیتیں اور حکمت پڑھی جاتی ہے بے شک اللہ ہر باریکی جانتا خبر دار ہے۔

اس آیت کریمہ میں خواتین کو اچھی تعلیم دلوانے کی طرف توجہ دلائی گئی ہے، اس آیت کریمہ میں دو چیزوں کو یاد کرنے کی طرف توجہ دلائی گئی ہے آیات اور حکمت۔مفسرین نے کہا ہے کہ آیات سے مراد قرآن اور حکمت سے مراد نبی اکرم ﷺ کی سنت ہے۔

علامہ عبد الرحمن بن ناصر سعدی آیات اور حکمت کی تفسیر کرتے ہوئے اسی آیت کے تحت لکھتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے ازواج مطہرات کو عمل کا حکم دیا جو کہ چند چیزوں کے کرنے اور چند چیزوں کے نہ کرنے کا نام ہے تو اللہ نے انہیں علم کا حکم دیا اور انہیں علم کے حصول کا طریقہ بتاتے ہوئے فرمایا کہ تم ان آیات الٰہیہ اور اس علم کو یاد رکھو جس کا تمہارے گھروں میں چرچا رہتا ہے اور آیات اللہ سے مراد قرآن ہے اور حکم

سے قرآنی اسرار اور رسول اللہ ﷺ کی سنت مراد ہے اور انہیں ذکر کا حکم، تلاوت کے ذریعے الفاظ کو یاد رکھنے اور اس میں غور و فکر اور احکامات کی تخریج کے ذریعہ اس کے معانی کو یاد رکھنے پر مشتمل ہے۔[13]

قرآنی آیت اور مفسرین کے اقتباسات سے معلوم ہوتا ہے کہ خواتین کے لیے تعلیم کا حصول ضروری ہے۔ قرآن کریم میں ہی دوسری جگہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا جَاءَكَ الْمُؤْمِنَاتُ يُبَايِعْنَكَ عَلَىٰ أَن لَّا يُشْرِكْنَ بِاللَّهِ شَيْئًا وَلَا يَسْرِقْنَ وَلَا يَزْنِينَ وَلَا يَقْتُلْنَ أَوْلَادَهُنَّ وَلَا يَأْتِينَ بِبُهْتَانٍ يَفْتَرِينَهُ بَيْنَ أَيْدِيهِنَّ وَأَرْجُلِهِنَّ وَلَا يَعْصِينَكَ فِي مَعْرُوفٍ ۙ فَبَايِعْهُنَّ وَاسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللَّهَ ۖ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۔[14]

اے رسول ﷺ! جب تمہارے حضور مسلمان عورتیں حاضر ہوں اس پر بیعت کرنے کو کہ اللہ کا کچھ شریک نہ ٹھہرائیں گی، اور نہ چوری کریں گی اور نہ بدکاری اور نہ اپنی اولاد کا قتل کریں گی اور نہ وہ بہتان لائیں گی۔ جسے اپنے ہاتھوں اور پاؤں کے درمیان یعنی موضع ولادت میں اٹھائیں اور کسی نیک بات میں تمہاری نافرمانی نہ کریں گی۔ تو ان سے بیعت لیں اور اللہ سے ان کی مغفرت چاہیں بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

اس آیت کریمہ میں خواتین سے چھ چیزوں کی بیعت لینے کا کہا گیا ہے۔ یاد رہے کہ کہ ان چیزوں سے مرد حضرات مستثنیٰ نہیں ہیں۔ بلکہ یہ حکم مرد و زن دونوں کے لیے لازم ہے۔ ان چیزوں پر خواتین اسلام اسی وقت عمل کر سکتی ہیں جب انہیں ان کے بارے علم ہو گا۔ اس کے علاوہ قرآن کریم میں بہت سے مقامات پر خواتین کے لیے حصول علم کے احکامات موجود ہیں۔ قرآنی احکامات کے ساتھ ساتھ نبی اکرم ﷺ نے بھی جہاں مردوں پر حصول علم کی رغبت دلائی، وہاں خواتین کو بھی علم حاصل کرنے پر ابھارا۔ بعض مواقع ایسے آتے کہ نبی اکرم ﷺ اہتمام کر کے خواتین کو تعلیم و تربیت دیتے۔ اس بارے بہت ساری کتب احادیث میں موجود ہیں ان میں سے صرف ایک روایت یہاں پیش کی جا رہی ہے:

حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ایک عید کے موقع کا ذکر کرتے ہوئے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نبی اکرم ﷺ کے متعلق شہادت دیتا ہوں یا عطاء نے کہا: میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے متعلق شہادت دیتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ باہر آئے اور آپ ﷺ کے ساتھ حضرت بلال رضی اللہ عنہ تھے۔ آپ ﷺ نے یہ گمان کیا کہ آپ ﷺ نے خواتین کو وعظ نہیں سنایا تو آپ ﷺ نے ان کو وعظ کیا اور ان کو صدقہ کرنے کا حکم دیا پھر خاتون اپنے کانوں کی بالیاں اور انگوٹھی ڈالتی اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کپڑے کی ایک طرف کو پکڑے ہوئے تھے۔[15]

اس حدیث مبارک سے واضح ہو رہا ہے کہ نبی اکرم ﷺ خواتین کی تعلیم و تربیت کتنا احساس فرمایا کرتے تھے۔ نبی اکرم ﷺ کی اسی تربیت کا ہی اثر تھا کہ خواتین میں تعلیم کے حصول کا اتنا جذبہ پیدا ہو گیا کہ جب انہیں کوئی مسئلہ درپیش ہوتا تو فوراً اس کے حل کے بارگاہ نبوی میں حاضر ہو کر دریافت کر لیتیں۔ اس کی طرح ڈھیروں احادیث کتب احادیث میں موجود ہیں۔ یہاں پر ایک مثال پیش کی جاتی ہے:

عورت نے اگر اپنے بالوں کی مینڈیاں بنائی ہوئی ہوں تو غسل جنابت میں وہ اپنے سر کے بال کھولے گی یا نہیں؟ حضرت سیدہ ام سلمہ رضی اللہ

عنہانے عرض کیا: یارسول اللہ ! میں اپنے سرپر بہت کس کر مینڈھیاں باندھتی ہوں، کیامیں غسل جنابت کے لیے انہیں کھول لیا کروں ؟آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں۔تمہارے لیے سر پر صرف تین چلو پانی بہالیناکافی ہے۔پھراپنے تمام بدن پر پانی بہالیناتوتم پاک ہوجاؤ گی۔[16]

اس حدیث مبارک میں حصول علم کے خواتین کی پیاس اور تڑپ واضح محسوس رہی ہے۔یہ تو ایک مثال تھی، باقی جن مسائل میں خواتین کو کوئی مسئلہ ہوتاتو فوراًپوچھ لیتی تھیں۔بعض مواقع ایسے بھی آئے کہ خواتین نے حصول علم کے لیے نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ درخواست پیش کر دی۔نبی اکرم ﷺ نے اس درخواست کو قبول فرماتے ہوئے ان کو ٹائم عنایت فرمایا۔

حضرت سیدناابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عورتوں نے نبی اکرم ﷺ سے عرض کیا کہ آپ ﷺ کے دربار میں ہمیشہ مردوں کو غلبہ رہاہے لہذاآپ ہمارے لیے الگ ایک دن مقرر کردیں چنانچہ آپ ﷺ ایک دن مقرر کر کے ان کے پاس تشریف لے گئے اور وعظ فرمایااور ان کو نیک کاموں کا حکم دیا۔آپ ﷺ نے خواتین کو فرمایا: جس عورت کے تین چھوٹے بچے فوت ہو جائیں، وہ بچے اس عورت کے لیے جہنم کی آگ سے حجاب ہوں گے۔ایک عورت نے عرض کیا جس کے دو بچے فوت ہو جائیں تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اس کے دو بچے ہی جہنم کی آگ سے حجاب ہوں گے۔[17]

اسلام کی پرزور حصول تعلیم کی مہم کی بدولت خواتین نے اسلامی تعلیمات کو یاد کرناشروع کر دیا۔حضرت عائشہ رضی اللہ عنہافرماتی ہیں کہ حضوراکرم ﷺ کے عہد میں ایک آیت نازل ہوتی توہم اس میں بتائے ہوئے حلال و حرام اور امر و نہی کو حفظ کر لیتے گو اس کے الفاظ کو یاد نہ کریں۔[18]

اسلام نے والدین اور شوہر پر یہ ذمہ داری عائد کی ہے کہ والدین اپنی بچیوں کو تعلیم و تربیت سکھائیں جبکہ شوہر اپنی بیوی کو اعلیٰ سے آراستہ کرے۔اللہ تعالیٰ کاارشاد گرامی ہے:

يٰاَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوا قُوااَنفُسَكُمْ وَاَهلِيكُمْ نَارًا -[19]

اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے اہل کو جہنم کی آگ سے بچاؤ۔

اس آیت کریمہ میں دوچیزوں کو جہنم کی آگ سے بچانے کا حکم دیا گیاہے۔پہلی چیز یہ ہے کہ اپنے آپ کو جہنم کی آگے سے بچاؤاور دوسری چیز یہ ہے کہ اپنے اہل کو جہنم کی آگ سے بچاؤ۔اپنی بچیاں اور اپنی بیوی اہل میں شامل ہیں۔اسی طرح نبی اکرم نے اپنے فرامین کے ذریعہ بھی والدین اور شوہر پر ذمہ داری عائد کی ہے کہ والدین اپنی بچیوں کو جبکہ شوہر اپنی بیویوں کو اعلیٰ تعلیم دیں۔حضرت ابو قلابہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ہمیں حضرت مالک رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی ہے، انہوں نے کہا: ہم نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں آئے اور ہم ہم عمر نوجوان تھے۔ہم آپ ﷺ کے پاس بیس دن اور بیس راتیں ٹھہرے اور رسول اللہ ﷺ نرم دل مہربان تھے۔جب آپ ﷺ نے یہ گما ن کیا کہ ہمیں اپنے گھر والوں کے پاس جانے کا شوق ہو رہاہے تو آپ ﷺ نے ہم سے پوچھا: ہم گھر میں کو چھوڑ آئے ہیں؟ تو ہم نے آپ ﷺ کو بتایا۔آپ ﷺ نے فرمایا: تم اپنے گھر والوں کے پاس جاؤ۔پس ان میں رہو اور ان کو تعلیم دو اور ان کو حکم دو۔اور آپ ﷺ نے

چند چیزوں کا ذکر کیا جو مجھے یاد ہیں یا یاد نہیں ہیں۔ اور اس طرح نماز پڑھو، جس طرح تم مجھے نماز پڑھتے ہوئے دیکھتے ہو۔ پس جب نماز کا وقت آ جائے تو تم میں سے ایک شخص اذان دے اور جو تم میں سے بڑا ہو وہ امامت کرائے۔[20]

اسلام کی ان تعلیمات کی بدولت مرد و خواتین نے اپنی اپنی ذمہ داری نبھانا شروع کر دی۔ والدین اپنے بچوں اور بچیوں کو تربیت دینا شروع ہو گئے جبکہ شوہر اپنی بیویوں کو تعلیم سے آراستہ کرنا شروع ہو گئے۔ پھر ایسا وقت بھی آیا کہ ہر گھر میں پڑھی لکھی اور تربیت یافتہ اولاد اور سلجھی ہوئی بیویاں ہوتی۔ اس بات کا اندازہ اس روایت سے لگایا جا سکتا ہے۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ کہا کہ جو عورتیں مصنوعی بال گوندھتی ہیں، پچہ کھدواتی ہیں اور دانتوں کو گھس کر خوبصورت بناتی ہیں ان پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے۔ یہ سن کر ایک خاتون نے کہا: کہ یہ سب کچھ آپ کی بیوی بھی تو کرتی ہیں۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: پہلے دیکھ آؤ پھر بتاؤ۔ چنانچہ وہ عورت آپ کے گھر گئی، لیکن اس کا خیال غلط نکلا۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر میری بیوی ان خلاف شرع اعمال کا ارتکاب کرتی تو کبھی میرے عقد میں نہیں رہ سکتی تھی۔[21] حصول تعلیم کی اس جد و جہد اور کاوش کا یہ نتیجہ نکلا کہ مردوں کے ساتھ ساتھ خواتین بھی علم و فضل کے ستارے بن کر دنیا کو منور کرنے لگیں۔ حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے شاگرد خاص تھے۔ وہ فرماتے ہیں میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے زیادہ قرآن اور فرائض، حلال و حرام، شعر و اد، اہل عرب کی تاریخ اور ان کے حسب و نسب کو جاننے والا کسی کو نہیں پایا۔[22] اس ایک روایت سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا علمی واضح ہو جاتا ہے۔ ان کو صرف ایک علم اور ایک فن میں مہارت حاصل نہ تھی بلکہ کئی فنون و علوم میں وہ مہارت رکھتی تھیں۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے متعلق حافظ ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا حسن کے ساتھ ساتھ پختہ عقل اور درستگی رائے سے بھی متصف تھیں۔[23] حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا خود بھی بہت بڑی عالمہ تھیں، ان کی بیٹی اور ان کی باندی اور خادمہ بھی بہت بڑی عالمہ فاضلہ تھیں۔ ان کے بیٹی کے متعلق ابو رافع صائغ کہتے ہیں کہ جب میں مدینہ کی کسی فقیہ عورت کا ذکر کرتا ہوں تو فوراً زینب بنت ابی سلمہ یاد آ جاتی ہیں۔[24] حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی ایک باندی جن کا نام ام الحسن تھا۔ ان کی صلاحیتوں کا یہ عالم تھا کہ وہ عورتوں کو باقاعدہ وعظ و تبلیغ کیا کرتی تھیں۔[25] ایسے گھرانے کی کیا شان ہے جو خود بھی عالمہ، بیٹی بھی عالمہ اور خادمہ بھی عالمہ تھیں۔

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ کی بیوی حضرت ام درداء رضی اللہ عنہا اتنی بڑی عالمہ اور فقیہ تھیں کہ امام بخاری کو بھی ان کے فضل علم کا اعتراف کرنا پڑا۔ وہ اپنی صحیح میں فرماتے ہیں کہ حضرت سیدہ ام الدرداء رضی اللہ عنہا اپنی نماز میں مرد کی طرح بیٹھتی تھیں۔ اور وہ فقیہ تھیں۔[26] یعنی ان کے اس عمل پر اعتراض نہیں ہو سکتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ فقیہ تھیں۔ لہذا ان کا یہ عمل قابل حجت ہے۔ حضرت ام الدرداء رضی اللہ عنہا کے متعلق امام نووی فرماتے ہیں کہ لوگوں نے ان کی فقہ و عقل اور فہم و بزرگی پر اتفاق کیا ہے۔[27]

یہ اسلام کی تعلیمات کی ہی بدولت تھا کہ ایک وقت ایسا بھی کہ خواتین نے صاحب علم مردوں سے مسائل میں اختلاف کرنے اور مردوں کو تعلیم دینا شروع کر دیا۔ ایسے بہت سے واقعات ملتے ہیں، ان میں سے چند ایک ذکر کیے جا رہے ہیں۔

حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کے علم و فضل کے متعلق مولانا جلال الدین انصر عمری لکھتے ہیں کہ فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کے تفقہ اور علم کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے کہ وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ سے ایک فقہی مسئلہ پر عرصہ تک بحث کرتی رہیں لیکن وہ ان کی رائے نہیں بدل سکے۔اس سے بھی آگے یہ کہ امت کے بہت سے ائمہ نے ان ہی کی رائے کو ترجیح دی ہے۔[28] اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کی علمی مقام و مرتبہ کیا ہو گا؟ جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور سیدہ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا جیسے علم کے شہسواروں سے بحث و مباحثہ کر رہی ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ ایک مسئلہ بیان فرمایا تو ام یعقوب نامی بنو اسد کی ایک عورت آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ مصحف کی دونوں دفیتوں کے درمیان جو کچھ ہے میں پڑھ چکی ہوں لیکن آپ کا بیان کردہ مسئلہ کہیں نہیں دیکھا۔[29] تابعین کے امام حضرت سعید بن مسیب علیہ الرحمہ نے اپنی بیٹی کا نکاح اپنے شاگرد سے کر دیا۔ شادی کے دوسرے دن ان کے شوہر حضرت امام سعید بن مسیب کے حلقہ درس میں جانے کی تیاری کرنے لگے تو صاحبزادی نے فرمایا کہ بیٹھیے میں آپ کو وہی پڑھا دیتی ہوں جو آپ نے حضرت سعید بن مسیب کی مجلس میں جا کر پڑھنا ہے۔[30]

اس روایت سے دو باتیں سامنے آتی ہیں۔ایک بات تو یہ سامنے آتی ہے کہ حضرت سعید بن مسیب علیہ الرحمہ کی صاحبزادی بہت بڑی عالمہ تھیں۔دوسری بات یہ سامنے آتی ہے کہ آپ کی صاحبزادی کو آپ کا سارا علم یاد ہو گیا تھا۔ حضرت امام مالک علیہ الرحمہ کی صاحبزادی بھی بہت بڑی عالمہ تھیں۔ان کے متعلق آتا ہے کہ ان کو موطا سارے کا سارا زبانی یاد تھا۔ علامہ ابن الحاج علیہ الرحمہ ان کے متعلق لکھتے ہیں کہ طالب علم اگر موطا پڑھتے ہوئے کہیں غلطی کرتے تو وہ اپنے کمرہ کے اندر سے دروازہ کھٹکھٹاتیں۔امام مالک علیہ الرحمہ کو ان کے علم پر اتنا اعتماد تھا کہ وہ پڑھنے والے طالب علم سے فرماتے کہ کہ دہرائیں آپ غلطی کر رہے ہیں۔[31] حضرت امام مالک علیہ الرحمہ جیسی ہستی نے اپنی بیٹی کو علم سے ایسا مزین کیا تھا کہ ان کے علم پر اعتماد کرتے ہوئے ان کی بتائی ہوئی غلطی پر طلباء کرام کو متوجہ کر دیتے کہ تم غلط پڑھ رہے ہو، اپنی غلطی ٹھیک کر لیں۔اسلامی تعلیمات کی بدولت دنیا میں جہاں مردوں کا فتوی جاری ہوتا تھا وہاں خواتین کا بھی نمایاں نام آتا ہے۔ بہت ساری خواتین نے فتوی دینے میں حصہ لیا۔ پھر اسلامی دنیا میں ایسا وقت بھی آیا کہ خواتین کے پاس علم کا اتنا ذخیرہ جمع ہو گیا کہ مرد حضرات بوقت اختلاف خواتین سے مسائل پوچھنے اور فیصلہ کرانے لگے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم اصحاب رسول ﷺ کو جب کبھی کسی حدیث کے معاملہ میں کوئی مشکل پیش آئی اور ہم نے اس سلسلہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا تو دیکھا ان کو اس کے متعلق علم ضرور ہے۔[32]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے چونکہ نبی اکرم ﷺ کی صحبت میں بہت عرصہ گزارا تھا جس کی بدولت ان کے پاس بہت سارا علم آگیا۔ایک دفعہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے اختلاف کی صورت میں ایک عورت سے فیصلہ کروایا۔ حضرت طاؤس علیہ الرحمہ نے روایت

ہے کہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس تھا کہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آپ یہ فتویٰ دیتے ہیں کہ حائضہ عورت بیت اللہ کا آخری طواف کیے بغیر واپس چلی جائے؟ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ان سے فرمایا: کہ اگر یہ بات درست نہیں تو فلاں انصاری عورت سے پوچھ لو، کیا رسول اللہ ﷺ نے اسے یہ حکم نہیں دیا تھا؟ راوی کہتے ہیں کہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس آئے اور انہوں نے کہا کہ آپ سچ فرماتے ہیں۔[33] اس روایت میں حائضہ عورت کے لیے بیت اللہ کے آخری طواف کے بارے اختلاف تھا تو اس کے متعلق فیصلہ اس خاتون سے کرایا گیا، جس کو نبی اکرم ﷺ نے حکم ارشاد فرمایا تھا۔ اسی طرح ایک دفعہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیوہ کی عدت کے متعلق اختلاف ہونے کی وجہ سے اس کا فیصلہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے کروایا۔ وہ خواتین جن کو معاشرے میں عزت کی نگاہ سے دیکھا نہیں جاتا تھا، ان کی پرورش کا کوئی خیال نہیں رکھا جاتا تھا، ان کو برائیوں کا سرچشمہ تصور کیا جاتا تھا، ان کو معاشرے میں ایک لونڈی کی حیثیت حاصل تھی، عرب معاشرے میں ان کو زندہ درگور کر دیا جاتا تھا، اسلام نے آکر ان خواتین کو وہ مقام عطا کیا، کہ اس کو ماں، بیٹی، بہو، بہن، ساس اور خالہ کے ناموں سے پکارا جانے لگا، ان سے لوگ اپنے اختلاف کا فیصلہ کرانے لگ گئے، ان سے لوگ فتوی پوچھنے لگ گئے اور ان سے علمی استفادہ کر کے فخر محسوس کرنے لگ گئے۔

خلاصہ بحث

عورت کی حیثیت ایک ایسا موضوع ہے جس نے مختلف تہذیبوں، مذاہب اور معاشرتی نظاموں کو ہمیشہ سے متاثر کیا ہے۔ ہر دور اور ہر معاشرے نے عورت کو مختلف زاویوں سے دیکھا اور اس کے مقام کا تعین کیا۔ کچھ معاشروں نے عورت کو مکمل آزادی دے کر اس کی نسوانیت کو نظرانداز کر دیا، جبکہ کچھ نے اسے محض گھریلو دائرے تک محدود کر کے اس کی صلاحیتوں کا گلا گھونٹ دیا۔ ان دونوں انتہاؤں کے درمیان اسلام نے ایک ایسا معتدل اور متوازن راستہ فراہم کیا ہے جو عورت کی فطرت، عزت اور کردار کو ملحوظ رکھتا ہے۔ اسلامی تعلیمات کے مطابق عورت ایک باعزت، مکمل اور فعال فرد ہے، جسے روحانی، تعلیمی، اخلاقی اور معاشرتی حقوق حاصل ہیں۔ ماں، بیٹی، بہن اور بیوی کے روپ میں اس کے حقوق متعین کیے گئے ہیں اور اسے تعلیم، وراثت، رائے اور شخصی وقار کا حق دیا گیا ہے۔ دوسری جانب، مغربی و عالمی تصورات عورت کی آزادی اور مساوات کو تو اجاگر کرتے ہیں، مگر اکثر تربیت، اخلاق اور فطری ذمہ داریوں کو پسِ پشت ڈال دیتے ہیں، جس سے خاندانی نظام اور روحانی سکون متاثر ہوتا ہے۔ یہ مضمون اس بات کا تقابلی جائزہ پیش کرتا ہے کہ اسلامی نقطۂ نظر عورت کو عزت، توازن اور فطری شناخت کے ساتھ کس طرح بااختیار بناتا ہے، جبکہ جدید عالمی تصورات میں کن پہلوؤں پر کمی محسوس ہوتی ہے۔ مقصد صرف تقابل نہیں بلکہ اس شعور کو اجاگر کرنا ہے جو عورت کو ایک باوقار اور مثبت معاشرتی کردار ادا کرنے کے قابل بناتا ہے۔

حوالہ جات

[1] ضیاءالدین، حافظ، سید، ڈاکٹر، پروفیسر، عورت قبل از اسلام و بعد از اسلام، ص 31، النور ہیلتھ وایجوکیشن ٹرسٹ، کراچی
[2] شاہد، ایس، ایم، تعارف مذہب عالم، ص 524، نیو بک پیلس، لاہور

[3] محمد ثانی، حافظ، ڈاکٹر، محسن انسانیت اور انسانی حقوق، ص347، دار الاشاعت، کراچی

[4] عمری، جلال الدین، سید، انصر، عورت اسلامی معاشرے میں، ص31، اسلامک پبلی کیشنز، لاہور

[5] گستاؤلی بان، ڈاکٹر، تمدن عرب، مقبول اکیڈمی، ص459، لاہور

[6] ضیاء الدین، عورت قبل از اسلام وبعد از اسلام، ص38

[7] ضیاء الدین، عورت قبل از اسلام وبعد از اسلام، ص53

[8] ابن بطوطہ، سفر نامہ ابن بطوطہ، ص34، بک لینڈ، کراچی

[9] محمد ثانی، محسن انسانیت اور انسانی حقوق، ص345

[10] محمد ثانی، محسن انسانیت اور انسانی حقوق، ص299

[11] العلق:1-5

[12] الاحزاب:34

[13] السعدی، تیسیر الکریم الرحمن فی تفسیر کلام المنان، ج4، ص412

[14] الممتحنۃ:12

[15] بخاری، الجامع الصحیح، کتاب العلم، باب عظۃ الامام النساء و تعلیمھن، حدیث97

[16] مسلم، الجامع الصحیح، کتاب الحیض، باب حکم ضفائر المغتسلۃ، حدیث652

[17] بخاری، الجامع الصحیح، کتاب العلم، باب ہل یجعل للنساء یوم علیحدۃ فی العلم، حدیث101

[18] ابن عبد ربہ، احمد بن محمد، الاندلسی، الفقیہ، العقد الفرید، ج1، ص374، دار الکتب العلمیہ، بیروت

[19] التحریم:6

[20] بخاری، الجامع الصحیح، کتاب الاذان، باب الاذان للمسافر اذا کانوا جماعۃ والاقامۃ، حدیث136

[21] مسلم، الجامع الصحیح، کتاب اللباس والزینۃ، باب تحریم فعل الواصلۃ، ج:2، ص115

[22] ذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ج:1، ص27

[23] عسقلانی، احمد بن حجر، الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ، ج4، ص459، المکتبۃ العصریہ، بیروت

[24] عسقلانی، الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ، ج4، ص317

[25] ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ج8، ص35

[26] بخاری، الجامع الصحیح، کتاب الاذان، باب سنۃ الجلوس فی التشہد، ج1، ص175

[27] نووی، محی الدین بن شرف، ابوزکریا، تہذیب الاسماء والصفات، ج2، ص36، دار الکتب العلمیہ، بیروت

[28] عمری، عورت اسلامی معاشرہ میں، ص111

[29] مسلم، الجامع الصحیح، کتاب اللباس والزینۃ، باب تحریک الواصلۃ ج2، ص115

[30] ابن الحاج، المدخل، ج1، ص215

[31] ابن الحاج، المدخل، ج1، ص215

[32]ترمذی، الجامع، ابواب المناقب، باب فضل عائشہ، ج2، ص216

[33]مسلم، الجامع الصحیح، کتاب الحج، باب وجوب طواف الوداع وسقوطہ عن الحائض، ج1، ص361

References

1. Ziauddin, Hafiz, Syed, Doctor, Professor, Aurat Qabl az Islam wa Baad az Islam, p. 31, Al-Noor Health & Education Trust, Karachi
2. Shahid, S.M., Taaruf-e-Mazahib-e-Alam, p. 524, New Book Palace, Lahore
3. Muhammad Sani, Hafiz, Doctor, Mohsin-e-Insaniyat aur Insani Huqooq, p. 347, Dar-ul-Isha'at, Karachi.
4. Umri, Jalaluddin, Syed Ansar, Aurat Islami Muashray Mein, p. 31, Islamic Publications, Lahore
5. Gustave Le Bon, Doctor, Tamaddun-e-Arab, Maqbool Academy, p. 459, Lahore
6. Ziauddin, Aurat Qabl az Islam wa Baad az Islam, p. 38
7. Ziauddin, Aurat Qabl az Islam wa Baad az Islam, p. 53
8. Ibn Battuta, Safar Nama Ibn Battuta, p. 34, Book Land, Karachi
9. Muhammad Sani, Mohsin-e-Insaniyat aur Insani Huqooq, p. 345
10. Muhammad Sani, Mohsin-e-Insaniyat aur Insani Huqooq, p. 299
11. Al-Alaq:1-5
12. Al-Ahzab:34
13. As-Sa'di, Tayseer al-Kareem ar-Rahman fi Tafseer Kalaam al-Mannaan, Vol. 4, p. 412
14. Al-Mumtahina:12
15. Bukhari, Al-Jami' As-Sahih, Kitab al-ʻIlm, Bab: ʻAtaa al-Imam al-Nisa wa Taʻleemuhunna, Hadith 97
16. Muslim, Al-Jamiʻ As-Sahih, Kitab al-Hayd, Bab: Hukm Dafaa'ir al-Mughtasila, Hadith 652
17. Bukhari, Al-Jamiʻ As-Sahih, Kitab al-ʻIlm, Bab: Hal Yajʻalu lil-Nisa Yawman ʻAla Hiddah fi al-ʻIlm, Hadith 101
18. Ibn ʻAbd Rabbih, Ahmad bin Muhammad, al-Andalusi, al-Faqih, Al-ʻIqd al-Farid, Vol. 1, p. 374, Dar al-Kutub al-ʻIlmiyyah, Beirut
19. Al-Tahreem:6
20. Bukhari, Al-Jamiʻ As-Sahih, Kitab al-Adhan, Bab: Al-Adhan lil-Musafireen Idha Kanu Jamaʻah wa al-Iqamah, Hadith 136
21. Muslim, Al-Jamiʻ As-Sahih, Kitab al-Libas wa al-Zeenah, Bab: Tahreem Fiʻl al-Wasilah, Vol. 2, p. 115
22. Dhahabi, Tadhkirat al-Huffaz, Vol. 1, p. 27
23. Asqalani, Ahmad bin Hajar, Al-Isabah fi Tamyiz al-Sahabah, Vol. 4, p. 459, Al-Maktabah al-ʻAsriyyah, Beirut
24. Asqalani, Al-Isabah fi Tamyiz al-Sahabah, Vol. 4, p. 317
25. Ibn Sa'd, Al-Tabaqat al-Kubra, Vol. 8, p. 35
26. Bukhari, Al-Jamiʻ As-Sahih, Kitab al-Adhan, Bab: Sunnat al-Juloos fi al-Tashahhud, Vol. 1, p. 175
27. Nawawi, Muhyiddin bin Sharaf, Abu Zakariya, Tahdhib al-Asma' wa al-Sifat, Vol. 2, p. 36, Dar al-Kutub al-ʻIlmiyyah, Beirut
28. Umri, Aurat Islami Muashray Mein, p. 111
29. Muslim, Al-Jamiʻ As-Sahih, Kitab al-Libas wa al-Zeenah, Bab: Tahreem al-Wasilah, Vol. 2, p. 115
30. Ibn al-Hajj, Al-Madkhal, Vol. 1, p. 215
31. Ibn al-Hajj, Al-Madkhal, Vol. 1, p. 215
32. Tirmidhi, Al-Jamiʻ, Abwab al-Manaqib, Bab: Fadl ʻAishah, Vol. 2, p. 216
33. Muslim, Al-Jamiʻ As-Sahih, Kitab al-Hajj, Bab: Wujub Tawaf al-Wadaʻ wa Suqootuhu ʻan al-Haa'id, Vol. 1, p. 361